

امریکہ میں پولیو کی شکست فاش

لیزا اے. سویٹارسکی ڈی ہیریوا

امریکہ میں موسم گرما اپنے جلو میں بچوں کے لئے بے غمگینی کے دن لے کر آتا ہے۔ کبھی تاباں میں تیراکی سے لطف اندوزی اور کبھی ریت کے گھروندے بنانا۔ لیکن ۱۹۵۰ کی دہائی میں مصوم بچوں کو ایسے مقامات پر جانے اور بچپن کے حسین ترین دن گزارنے پر ان کے والدین نے روک لگا دی۔ انہیں یہ اندیشہ تھا کہ پولیو انڈس بچوں اور نوجوانوں کو انتہائی بے رحمی سے اچانک اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ ڈاکٹر جنٹری کوپلین، مراکز برائے کنٹرول و تحفظ امراض کے سابق ڈائریکٹر یاد کرتے ہیں کہ ایک دن ان کی نظر گھڑی کے پار ایک نوجوان عورت پر پڑی جس کے بیرونی طور پر بچے تھے اور جسے ایک کار میں کہیں لے جایا جا رہا تھا۔ وہ میری پڑوسی تھی اور وہ بچوں کی ماں تھی۔ وہ دو ہفتوں میں واپس تو آگئی لیکن ڈیکل جنیٹر پر سوار ہو کر۔ یہ عذاب جان کم و بیش رکھنے کا مقدر بن چکا تھا۔ ٹھوس حقیقت یہ تھی کہ امریکہ میں ہر سال پولیو ۲۰,۰۰۰ افراد کو اپنا شکار بنا لیتا تھا۔ چونکہ اس مرض کی ابتدائی علامات بخار اور تھکاوٹ ہیں، اسی لئے والدین یہ نہیں سمجھ پاتے کہ ان کا بچہ غلو سے متاثر ہے یا پولیو سے۔ احتیاط کے طور پر بہت سے لوگ اسپتال بھاگتے ہیں۔

اسپتال میں بھی انہیں ایمرجنسی وارڈ میں داخلے کے لئے کسی بھی قطاروں میں تا دیر انتظار کرنا پڑا۔ اپنی کاروں میں موٹو انتہا مریضوں کو دیکھنے کی بات پر ڈاکٹر حضرات مشتعل ہوا تھے۔ اس زمانے میں اسپتال میں ان کی زیادہ کی بڈیوں کو فوٹو لگایا جاتا تھا، ان کی بڈیوں کی سرجری کی جاتی تھی اور انہیں تسوں سے باندھا جاتا تھا۔ انہیں ایسے الگ تھلگ وارڈوں میں رکھا جاتا تھا جہاں ان کے والدین کی رسائی پر بھی پابندی عائد تھی۔ ان میں سے کچھ اس قدر مفلوج ہو گئے تھے کہ سانس لینا بھی دشوار تھا اور مہینوں بلکہ کبھی کبھی تو سالوں تک، آہنی میچھوروں کے تام سے معروف ایک میکانیکی ڈبلی لیٹر کے سہارے زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ صرف ان کے سر جنٹری کر سکتے تھے۔ سال رواں کے فروری میں، ایک امریکی عورت نے جو ۱۹۵۰ میں پولیو سے متاثر ہوئی تھی اپنی ۶۰ ویں سالگرہ منائی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ اب بھی آہنی میچھوروں کے سہارے زندہ ہے۔

۱۹۴۰ میں پولیو تو دہشت خاری تھی لیکن وہ اس موذی مرض کے خلاف صف آراء بھی ہو گئے تھے۔ صدر فرینکلن روز ویلٹ جنہیں بچپن میں پولیو لاحق ہوا تھا اور جنہوں نے ڈیکل جنیٹر یا چھڑی کے سہارے ۱۲ سالوں تک ملک و قوم کی قیادت کی تھی، نے پہلے سے ہی مارچ آف ڈائس (www.marchofdimas.com) کی بنیاد رکھی تھی۔ اس قومی موسسے کے قیام کا مقصد پولیو سے متعلق



تحقیقات اور متاثرہ افراد کی معاونت کے لئے رقم جمع کرتی تھی۔ مارچ آف ڈائس آج بھی معدوم افراد کی خدمت میں مصروف ہے۔ ۱۹۵۰ کی دہائی میں، مارچ آف ڈائس کے رضا کاروں نے روزانہ سے روزانہ سے جا کر چندے جمع کئے اور ان بچوں کو سہولیات فراہم کیں جنہیں علاج کی ضرورت تھی۔ ماڈرن سڑکوں پر بھلے لگائے اور ساکنڈاں، ایک ٹیکہ کی دریافت میں تین مہینے تک لگے۔ ان میں سے ایک یونیورسٹی آف پنسلوانیا کے ڈاکٹر جونز ساک بھی تھے۔ مختلف اقسام کی بائو کاسٹوں میں، پولیو انتہا تھی وائرسز کے نمونوں کی صلاحیت کی دریافت کے لئے جون ایف ایڈرز، جیمس ایچ ویلر اور فریڈرک سی روٹس کو میدان طب میں نوبل انعام سے نوازا گیا تھا۔ ڈاکٹر ساک اور ان کے رفقاء نے انہیں ساکنڈاں کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے پولیو کا ایک زود اثر، بے ضرر اور آنکھوں کے ذریعے جسم میں داخل کیا جانے والا ٹیکہ ایجاد کیا۔ لیکن اسے عام کو پیش کرنے سے قبل انہیں اس کی بے ضرری اور افادیت کی جانچ کرنی تھی۔ اسی لئے ۱۹۵۳-۱۹۵۲ کے دوران، ابتدائی تجربات میں، پنسلوانیا کے علاقے کے کم و بیش ۱۵,۰۰۰ ساکنین کو، جس میں بیشتر بچے تھے، یہ ٹیکہ لگایا گیا۔ اس کے بعد، یونیورسٹی آف مشی گن اور مارچ آف ڈائس میں ڈاکٹر جیمس فرانس نے امریکہ کی تاریخ کی عظیم ترین مہلی جانچ کروائی جس میں ۱۸ لاکھ بچوں کو، جنہیں ”پولیو کا ہراول دست“ کہا جاتا ہے، ٹیکہ لگائے گئے۔ ان جانچوں میں پہلی بار وہ بری پوشیدگی کے طریقہ کار کے جدید معیار کا پتلا کیا جس میں نہ تو مریض کو اور نہ ہی ٹیکے لگانے والے ڈاکٹر کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ جو لگایا گیا ہے وہ ٹیکہ ہے یا کوئی مایہ نسیکن دوا۔

اپریل ۱۹۵۵ میں، ساک ٹیکہ کی افادیت کا اعتراف کر لیا گیا۔ اگلے مہینے پہلے اور دوسرے درجات کے بچوں کو اجتماعی طور پر ٹیکہ لگائے گئے۔ ساک کی دریافت نے دنیا پر سائنسی تحقیقات کی قوت و عظمت کا سکہ بٹھرایا۔ اس تحقیق نے امریکہ اور اطراف عالم میں یہ ثابت کر دیا کہ تحقیقاتی تجربے کا ہونے میں دریافت کے جانے والے سائنسی عمل، انسانی صحت کے پیچیدہ مسئلوں کو حل کرنے میں کس طرح اور کس درجہ معاون ہیں۔ لیکن قومی راحت رسائی اس وقت ایک قومی ایبہ میں تبدیل ہوئی جب ٹیکوں کی ایک ناقص سپلائی کی وجہ سے ۱۹۶۰ افراد پولیو کا شکار اور دس افراد ہلاک ہو گئے۔ ٹیکہ کاری کم کم تین مہینوں تک کے لئے روک دیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ کو تاریخ کی بدترین پولیو کا سامنا کرنا پڑا۔

ڈاکٹر نیل ٹھینسن جنہوں نے مراکز برائے کنٹرول و تحفظ امراض کے لئے اپنی پیش ہاند خدمات انجام دیں، اس زمانے کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ”لوگوں نے یہ سوال کیا کہ شروع کر دیا کہ اگر یہ ٹیکہ بے ضرر نہیں ہے تو ہم کس طرح اعتبار کریں کہ دوسرے ٹیکے بھی بے ضرر ہوں گے؟ پبلک ہیلتھ سروس کی ساک بھی ہلاک پر لگ گئی تھی۔ اس لئے قبل اس کے کہ والدین ڈی ٹی پی (ذخایق، پینٹیکس، کالی کھائی) اور دیگر چاہ کن امراض سے اپنے بچوں کو نجات دلانے والے ٹیکوں پر اپنا اعتماد اختیار کھویں، پولیو کے مسئلے کو حل کرنا ضروری تھا۔

راتوں رات مرکز کے صدر ماہر پائیاٹ، ڈاکٹر ایلجو ٹرڈی لینگ مینر نے پولیو ہلاکے پھوٹ پڑنے کے اسباب کا پتہ لگانے کے لئے ایک پولیو تفتیشی یونٹ قائم کر دی۔ تفتیشی یونٹ نے ملک کے طول و عرض میں واقع سرکاری شعبہ ہائے صحت سے اعداد و شمار جمع کرنا شروع کر دیے جسے صحت کے مقامی مشیوں نے پولیو کے ہر واقعہ کی تصدیقات سے آگاہ کر دیا تھا۔ کیونکہ لوگ تازہ و پیش رفت جاننے کے لئے بے تاب تھے اس لئے مرکز نے اپنی تفتیش کی روزانہ رپورٹ کے اجراء کا نظم کیا۔ نیویارک

ڈاکٹر جوناس ساک (دائیں) ایک ساکنڈاں جنہوں نے پولیو کا ٹیکہ ایجاد کیا، ۱۹۵۳ میں ہالٹ لرائل کے دوران ہلس برگ، ہینسلوانیا میں ایک اسکولی ٹرک کو انسپکشن لگاتے ہوئے۔



صدر فرینکلن ڈی. روز ویلٹ جنہیں بچپن میں ہی پولیو ہو گیا تھا بیسلکھی اور وہیل چیئر کا استعمال کرتے تھے لیکن اس حالت میں ان کی شاد و نازد تصویریں لی گئیں۔ یہاں نیویارک میں وہ اپنی ذاتی رہائش گاہ میں اپنے کتے فلا اور خادمہ کی ہوتی روشنی سے بیٹے کے ساتھ۔

ناخنوں کے ایک مہینے تک ان پر رتوں کو سرورق پر شائع کر کے پولیو کی وبا پر قومی تشویش کو اجاگر کیا۔ نیل ٹھینسن یاد کرتے ہیں، ”پولیو کے واقعات کی فوری اور آواز اہوش، درخشاں ہے۔ یہ واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ خراب ٹیکوں کا حلقہ و پھیلنے سے تھا اور وہوں کو ”کنٹرول“ نے بتایا تھا۔ ”مراکز برائے امراض کنٹرول و تحفظ کو جب سب کا علم ہو گیا تو دوسرے مہینوں کے ٹیکہ بنانے پر جو پابندی عائد کی گئی تھی رفع کر دی گئی۔ تیز رفتاری کام نے لوگوں کے خوف کو دور کرنے، ٹیکہ کاری کے پروگرام کو پھیلانے، اور ٹیکے تیز امریکی خدمات برائے عوامی صحت پر عوامی اعتماد و اعتبار کو از سر نو بحال کرنے میں مدد کی۔ ۱۹۶۰ میں، صرف ۲,۵۲۵ پولیو کے واقعات درج کر کے گئے، ۱۹۶۵ میں یہ تعداد گھٹ کر ۶۱ اور ۱۹۶۹ میں صرف ۲۵۵ تھی۔ لیکن آج تک امریکی بچوں کو پولیو کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں، کیونکہ جب تک دنیا کے کسی گوشے میں بھی اس وائرس کا وجود باقی ہے، دنیا کا ہر شخص معرض خطر ہے۔ پولیو ہلانے تک گیر جانے پر ایک ایسے ادارے کے قیام کی جانب توجہ مبذول کرانی ہے جو باہمی امراض پر چشم گھراں کے فرائض انجام دے۔ آج مراکز برائے کنٹرول و تحفظ امراض سیکڑوں امراض اور حالات مثلاً ایڈز، سمیت سب سے تباہ کن کوئی کام کے دوران کئے والی چٹوں، پیدائشی خفاش اور کینسر کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اس واقعے نے وفاقی حکومت کو بھی ٹیکے بنانے اور مصنوعات کی جانچ کے سخت بنانے وضع کرنے پر آمادہ کیا۔ پولیو ایک سائنسیس کیوں تھا؟ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کا سبب حفظان صحت میں پیش رفت اور امریکہ کے متوسط طبقے کی ترقی میں مضمر ہے۔ اس سے قبل، نئے بچوں کو پولیو وائرس لگا کر تھا لیکن اس کے عوارض یا تو پیدا ہی نہیں ہوتے تھے یا سب سے بڑے ہم علامتوں میں سائنسیاتی ٹیکس کیونکہ ماں کے دودھ میں موجود جیسے انہیں ان وائرسوں سے محفوظ رکھتے تھے اس لئے وہ بہتر پڑنے کے بجائے مریض ہو جاتے تھے۔ سیون سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ، امریکی معاشرے اور امریکی گھر پہلے کی بہ نسبت زیادہ صاف ستھرے ہو گئے اور بچوں کو پولیو وائرس سے سابقے کے امکانات معدوم ہو گئے اور اسی لئے ان میں قوت مناعت نہیں پیدا ہو سکی۔ چنانچہ اس صورتحال میں سب مدت رضاعت کے بعد جب کبھی انہیں پولیو وائرس لگاؤ خطرات سے دور چار ہو گئے۔ خوش قسمتی سے، پولیو سے متاثرہ افراد کی صرف ایک فی صد تعداد ہی مفلوج ہوتی ہے۔ لیکن پولیو زدہ امراض کی پریشانیوں محض بچپن میں ظاہر ہونے والی علامتوں تک ہی محدود نہیں ہوتیں۔ آج امریکہ میں کم و بیش ۶ فیصدی پولیو زدہ لوگ، پولیو کے بعد ظاہر ہونے والے عوارض سے دوچار ہیں۔ ان کے وہ عضلات کمزور پڑ جاتے ہیں جو بچپن میں پولیو سے متاثر نہیں ہوئے تھے۔ جیسے جیسے یہ افراد عمر رسیدہ ہوتے جاتے ہیں، وہ ٹھن، درد اور گھٹنے اور سانس لینے میں دشواری محسوس کرنے لگتے ہیں۔ خوش کن پہلو یہ ہے کہ یہ افراد آخری امریکی ہوں گے جو اس مرض کے عذاب جان سے گزر رہے۔ مراکز برائے کنٹرول و تحفظ امراض کے موجودہ ڈاکٹر، ڈاکٹر جونی گریڈنگ کے الفاظ میں، ”تمام امریکیوں نے من حیث القوم، شانہ بشانہ جدوجہد کر کے پولیو کے اس عفریت کو شکست فاش دے دی جس نے ایک مدت تک اپنی تہر سمانی سے ہزاروں بچوں کو مفلوج کر دیا تھا۔ اسی عزم و حوصلے اور اسی نیک جذبے کے ساتھ امریکی، دوسرے تمام ملکوں کو مالی معاونت اور رضا کارانہ خدمات فراہم کرنا چاہئے ہیں تاکہ وہ بھی پولیو کو ملک بدر کر سکیں۔“

